IQBAL REVIEW (67: 2)
(April– June 2026)
ISSN(p): 0021-0773
ISSN(e): 3006-9130

لارڈ میکالے کا تعلیمی نظریہ اور برصغیر کی فکری و تہذیبی تشکیل

Lord Macaulay's Educational Philosophy and the Intellectual and Cultural Formation of the Indian Subcontinent

زبیر بسراء

ABSTRACT

This article examines the historical, intellectual, and cultural impact of British colonial educational policy in the Indian subcontinent, with particular focus on the role of Lord Thomas Babington Macaulay and his influential document, Minute on Indian Education (1835). It analyzes how British colonial rule transformed not only the political structure of the region but also its educational system, linguistic hierarchy, and intellectual orientation. The study situates Macaulay's policy within the broader context of colonial governance, including the Charter Act of 1813 and the Anglicist–Orientalist controversy, which reflected competing views on the medium and content of education in India. Macaulay's advocacy of English as the medium of instruction and his promotion of Western sciences and literature marked a decisive shift from traditional systems of learning based on Persian, Arabic, Sanskrit, and indigenous intellectual

traditions. The article also explores the emergence of a new English-educated intermediary class that served colonial administrative interests while simultaneously shaping modern intellectual and political discourse in South Asia. Furthermore, it discusses the linguistic and cultural consequences of replacing Persian with English in administration and education, as well as the broader ideological framework of the British "civilizing mission." The study highlights both the transformative and controversial dimensions of colonial educational policy, including its contribution to modern education, journalism, and constitutional politics, alongside its role in marginalizing indigenous languages and traditional knowledge systems. Finally, the article engages with later intellectual responses to this legacy, particularly the reflections of Muslim reformers and the philosophical critique of Allama Muhammad Iqbal, who sought to reconcile modern knowledge with indigenous cultural and spiritual traditions. The paper concludes that Macaulay's educational policy was a complex historical phenomenon that reshaped the intellectual and cultural landscape of the subcontinent, leaving a legacy that continues to influence debates on education, language, identity, and modernity in South Asia.

Keywords: Macaulay's Minute (1835), Colonial Education Policy, Anglicist–Orientalist Controversy, Language and Colonialism, Cultural Imperialism, Educational Transformation in South Asia, Allama Iqbal and Intellectual Response

برصغیر کی تاریخ میں انگریزی استعمار کا عہد محض سیاسی اقتدار کی منتقلی کا دور نہیں تھا بلکہ اس نے علمی، لسانی، تہذیبی اور فکری سطح پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ ان تبدیلیوں میں سب سے زیادہ فیصلہ کن کردار لارڈ تھامس بیبنگٹن میکالے (Thomas Babington Macaulay, 1800–1859) کی تعلیمی پالیسی نے ادا کیا، خصوصاً ان کے مشہورِ زمانہ "Minute on Indian Education" (2 فروری ۱۸۳۵) نے، جس نے ہندوستان کے تعلیمی ڈھانچے، زبانوں کی حیثیت اور نوآبادیاتی حکمتِ عملی کو ایک نیا رخ دیا۔ اس پالیسی نے ایک طرف مغربی علوم کے دروازے کھولے، تو دوسری طرف مقامی زبانوں اور روایتی علمی روایت کے مستقبل کے بارے میں ایک ایسی بحث کو جنم دیا جس کے اثرات آج تک محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

لارڈ میکالے ۱۸۳۴ میں گورنر جنرل کی کونسل کے قانونی رکن (Law Member) کی حیثیت سے ہندوستان آئے۔ اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت بتدریج پورے برصغیر پر اپنی گرفت مضبوط کر رہی تھی۔ ۱۸۵۷ کی جنگِ آزادی سے قبل ہی بنگال اور دیگر مشرقی و وسطی علاقوں پر کمپنی کا مکمل تسلط قائم ہو چکا تھا۔ اس دور میں سرکاری زبان فارسی تھی، جبکہ شمالی ہند میں اردو رابطے کی اہم زبان کے طور پر رائج تھی۔ علاقائی سطح پر پنجابی، بنگالی اور دیگر زبانیں معاشرتی و ثقافتی اظہار کا بنیادی ذریعہ تھیں۔

برصغیر میں نوآبادیاتی دور کے تعلیمی نظام کو سمجھنے کے لیے ۱۸۱۳ء سے ۱۸۸۲ء تک کے دور کا مطالعہ نہایت اہم ہے۔ اس زمانے میں یورپی طاقتوں کی ہندوستان آمد اور ان کے سیاسی و تجارتی اثرات نے تعلیم کے میدان میں بڑی تبدیلیاں پیدا کیں۔ سترھویں صدی کے آغاز میں یورپی اقوام ہندوستان آئیں اور یہاں تجارت کے مراکز قائم کیے۔ ۱۴۹۸ء میں پرتگالی ملاح واسکوڈے گاما نے ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کیا جس کے بعد پرتگالی، ڈچ، فرانسیسی، ڈینش اور انگریز تاجروں نے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں اپنی تجارتی کمپنیاں قائم کیں۔ ان یورپی تاجروں کے ساتھ عیسائی مشنری بھی آئے جنھوں نے تعلیمی ادارے قائم کیے اور ان اداروں کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ اور تعلیم کے فروغ کی کوشش کی۔ انگریز تاجروں نے ۱۵۹۹ء میں **ایسٹ انڈیا کمپنی** قائم کی اور ۱۶۰۱ء میں ہندوستان میں تجارت کی اجازت حاصل کی۔ بعد ازاں سیاسی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان تجارتی کمپنیوں نے جنگوں کے ذریعے اپنا اقتدار مضبوط کیا اور بالآخر برطانوی اقتدار ہندوستان میں قائم ہو گیا۔[۱]

ابتدائی دور میں برطانوی حکومت نے تعلیم کے میدان میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔ کمپنی نے سیاسی اور انتظامی وجوہات کی بنا پر مذہبی غیر جانبداری (Religious Neutrality) کی پالیسی اختیار کی اور تقریباً ایک صدی تک تعلیم کے فروغ کے لیے کوئی جامع منصوبہ نہیں بنایا۔ تاہم اٹھارویں صدی کے آخر میں بعض برطانوی مفکرین اور سیاست دانوں نے ہندوستان میں تعلیمی اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا۔ ۱۷۹۲ء میں چارلس گرانٹ نے اپنی مشہور تحریر *Observations on the State of Society among the Asiatic Subjects of Great Britain* میں ہندوستانی معاشرے میں تعلیم کے فروغ کی تجویز پیش کی۔ اسی طرح برطانوی پارلیمنٹ کے رکن رابرٹ ولبر فورس نے ۱۷۹۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے چارٹر میں تعلیمی اصلاحات سے متعلق ایک شق شامل کرنے کی کوشش کی، لیکن اس وقت یہ تجویز منظور نہ ہو سکی۔ بعد ازاں یہی تجاویز **چارٹر ایکٹ** ۱۸۱۳ء میں شامل کی گئیں۔[۲]

چارٹر ایکٹ ۱۸۱۳ء برصغیر کی تعلیمی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل سمجھا جاتا ہے۔ اس ایکٹ کے تحت ایسٹ انڈیا کمپنی کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ وہ اپنے زیرِ اقتدار علاقوں میں تعلیم کے فروغ کے لیے اقدامات کرے اور ہر سال کم از کم ایک لاکھ روپے تعلیم کے لیے مختص کرے۔ اس رقم کا مقصد ہندوستانی ادب کی ترویج، اہلِ علم کی سرپرستی اور ہندوستانی باشندوں میں سائنسی علوم کے فروغ کو یقینی بنانا تھا۔ اسی ایکٹ کے نتیجے میں یورپی مشنریوں کو ہندوستان میں آنے اور تعلیمی ادارے قائم کرنے کی اجازت ملی، جس سے عیسائی مشنری تعلیم کے فروغ میں سرگرم ہوگئے۔ تاہم اس ایکٹ میں یہ واضح نہیں کیا گیا تھا کہ تعلیم کا ذریعۂ تدریس کیا ہو گا اور کون سا علمی نظام اختیار کیا جائے گا، جس کی وجہ سے بعد میں شدید اختلافات پیدا ہوئے۔[۳]

اسی اختلاف کے نتیجے میں ہندوستانی تعلیم کے بارے میں ایک مشہور بحث پیدا ہوئی جسے Anglicist–Orientalist Controversy کہا جاتا ہے۔ ایک گروہ جسے Anglicists کہا جاتا تھا، اس بات کا حامی تھا کہ ہندوستان میں انگریزی زبان کے ذریعے مغربی علوم اور ادب کی تعلیم دی جائے۔ ان کے نزدیک ''literature'' سے مراد مغربی ادب تھا اور ''learned natives'' سے مراد وہ ہندوستانی تھے جو مغربی علم حاصل کریں۔ اس گروہ کے بعض حامیوں کا خیال تھا کہ انگریزی تعلیم کے ذریعے ہندوستانی جدید سائنس اور جدید فکر سے آگاہ ہوں گے اور معاشرتی ترقی حاصل کریں گے۔ اس کے برعکس Orientalist گروہ کا مؤقف تھا کہ ہندوستان میں تعلیم کا ذریعۂ تدریس مقامی

علمی زبانیں ہونی چاہئیں جیسے سنسکرت، عربی اور فارسی، اور ہندوستانی علوم و ادب کو فروغ دیا جانا چاہیے۔[۴]

اسی تعلیمی بحث کے تناظر میں لارڈ میکالے ہندوستان آئے اور گورنر جنرل کی کونسل کے قانون ساز رکن (Law Member) کے طور پر مقرر ہوئے۔ انہیں جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن کا صدر بھی بنایا گیا اور انہیں یہ ذمہ داری دی گئی کہ وہ چارٹر ایکٹ ۱۸۱۳ء کے تحت تعلیم کے لیے مختص فنڈز کے استعمال کے بارے میں اپنی رائے پیش کریں۔ ۲ فروری ۱۸۳۵ء کو میکالے نے اپنی مشہور رپورٹ "Macaulay's Minute on Indian Education" پیش کی جس میں اس نے واضح طور پر انگریزی زبان اور مغربی علوم کی تعلیم کو ترجیح دینے کی سفارش کی۔[۵]

تعلیمی پالیسی کا پس منظر: مستشرقین اور انگلستانی نقطۂ نظر کی کشمکش

1830 کی دہائی میں برطانوی حکومت کے اندر ایک فکری کشمکش جاری تھی جسے "Orientalist–Anglicist Controversy" کہا جاتا ہے۔ ایک گروہ (مستشرقین) کا خیال تھا کہ ہندوستانی علوم کو مقامی زبانوں اور سنسکرت و عربی/فارسی کے ذریعے فروغ دیا جائے، جبکہ دوسرا گروہ (Anglicists) انگریزی زبان اور مغربی علوم کو ترجیح دینے کا حامی تھا۔ میکالے نے اپنے *Minute* میں واضح طور پر انگلستانی مؤقف کی حمایت کی اور استدلال کیا کہ حکومتی وسائل "اعلیٰ اور مفید" یورپی علوم کی ترویج پر صرف ہونے چاہییں۔[۶]

میکالے کا مشہور اقتباس—جس میں انہوں نے ایک ایسا طبقہ پیدا کرنے کی بات کی جو "خون اور رنگ میں ہندوستانی مگر ذوق، رائے، اخلاق اور عقل میں انگریزی ہو"—ان کی تعلیمی حکمتِ عملی کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے۔[۷] ان کے نزدیک انگریزی زبان مغربی سائنسی اور فلسفیانہ علوم تک رسائی کا مؤثر ذریعہ تھی، جبکہ مقامی علمی روایت کو وہ جدید تقاضوں کے لیے ناکافی تصور کرتے تھے—ایک مؤقف جس پر بعد کے محققین نے شدید تنقید بھی کی ہے۔[۸]

میکالے کی تعلیمی پالیسی اور بنیادی اقدامات

فروری 1835ء میں لارڈ میکالے نے برطانوی ہندوستان کی تعلیمی پالیسی کے حوالے سے اپنی مشہور رپورٹ "Minute on Indian Education" پیش کی۔ اس دستاویز میں میکالے نے

واضح طور پر یہ مؤقف اختیار کیا کہ ہندوستان کے تعلیمی نظام کو مغربی بنیادوں پر استوار کیا جانا چاہیے اور اس کے لیے انگریزی زبان کو مرکزی حیثیت دی جائے۔ میکالے کے مطابق مقامی ہندوستانی زبانیں اور کلاسیکی علمی زبانیں، خصوصاً سنسکرت اور عربی، جدید علوم کی تدریس کے لیے موزوں نہیں تھیں؛ اس لیے اس نے سفارش کی کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعۂ تدریس انگریزی زبان کو بنایا جائے اور سرکاری تعلیمی اداروں میں اسی زبان کے ذریعے تعلیم دی جائے۔ اس کا خیال تھا کہ انگریزی زبان کے ذریعے ہندوستانی طلبہ کو یورپ کے وسیع علمی سرمایہ تک رسائی حاصل ہو سکے گی، جو اس کے نزدیک مشرقی علوم سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ تھا۔[9]

اسی تناظر میں میکالے نے مغربی علوم کے فروغ پر زور دیا اور کہا کہ ہندوستان میں تعلیم کا بنیادی مقصد یورپی سائنس، مغربی فلسفہ اور یورپی ادب کو متعارف کرانا ہونا چاہیے۔ اس کے نزدیک یورپی علمی روایت انسانی علم و دانش کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی اور اسی کے ذریعے ہندوستانی معاشرے کی فکری ترقی ممکن ہے۔ اپنی ایک تحریر میں اس کا ہندوستان اور عرب کے تمام مقامی ادب سے یورپی ادب کو برتر قرار دینا اس کے یورومرکزیت (Eurocentrism) اور نوآبادیاتی ذہنیت کی واضح مثال سمجھی جاتی ہے۔[10]

میکالے نے اس بات پر بھی زور دیا کہ سنسکرت اور عربی کی تعلیم کے لیے جو سرکاری فنڈز مختص کیے جاتے تھے انہیں ختم یا کم کر دیا جائے، کیونکہ اس کے نزدیک ان علوم پر خرچ کرنا حکومت کے وسائل کا غیر مفید استعمال تھا۔ اس نے سفارش کی کہ تعلیمی وسائل کو ایسے اداروں کے قیام پر خرچ کیا جائے جہاں انگریزی زبان کے ذریعے مغربی علوم کی تدریس ہو سکے۔ اس طرح اس کی پالیسی کا عملی نتیجہ یہ نکلا کہ برطانوی حکومت نے بتدریج کلاسیکی ہندوستانی علوم کی سرکاری سرپرستی کم کر دی اور جدید مغربی تعلیم کو ترجیح دی۔[11]

میکالے کی تعلیمی پالیسی کا ایک اہم مقصد ایک ایسے نئے سماجی طبقے کی تشکیل تھا جو برطانوی حکومت اور ہندوستانی عوام کے درمیان واسطے کا کردار ادا کر سکے۔ اس نے اپنی رپورٹ میں واضح الفاظ میں لکھا کہ حکومت کو ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا چاہیے جو "خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو لیکن ذوق، خیالات، اخلاق اور عقل کے اعتبار سے انگریز ہو۔" اس کا مقصد برطانوی حکومت اور ہندوستانی عوام کے درمیان ایک درمیانی طبقہ (intermediary class) پیدا کرنا تھا۔ اس طبقے کا کام برطانوی حکمرانوں اور ہندوستانی عوام کے درمیان مترجم اور واسطہ بننا تھا، تاکہ برطانوی اقتدار کو مضبوط بنیاد

فراہم کی جا سکے۔[۱۲] اس طرح میکالے کی تعلیمی پالیسی صرف تعلیمی اصلاح تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کے ذریعے ہندوستانی معاشرے کی فکری اور ثقافتی تشکیل نو بھی مقصود تھی۔

فورٹ ولیم کالج اور لسانی سیاست

کلکتہ میں ۱۸۰۰ میں قائم ہونے والا فورٹ ولیم کالج بظاہر ہندوستانی زبانوں کی ترویج اور سرکاری ملازمین کی تربیت کے لیے تھا، لیکن اس کا مقصد انتظامی کارکردگی اور نوآبادیاتی نظم کو مضبوط کرنا بھی تھا۔ میر امن دہلوی اور دیگر اہلِ قلم نے اردو نثر کی ابتدائی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ تاہم ۱۸۳۵ کے بعد حکومتی سرپرستی کا مرکز بتدریج انگریزی تعلیم کی طرف منتقل ہو گیا۔[۱۳]

میکالے کی پالیسی کے اثرات

میکالے کے *Minute* کے بعد ۷ مارچ ۱۸۳۵ کو لارڈ بینٹنک نے انگریزی تعلیم کو سرکاری سرپرستی دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسا نیا تعلیم یافتہ طبقہ ابھرا جو نوآبادیاتی انتظامیہ میں کلیدی کردار ادا کرنے لگا۔ یہ طبقہ عدالتوں، دفتروں اور تعلیمی اداروں میں نمایاں ہوا اور سماجی حیثیت کے اعتبار سے برتر سمجھا جانے لگا۔[۱۴]

میکالے کے مطابق حکومت کو سنسکرت، عربی اور فارسی کے تعلیمی اداروں پر خرچ کرنے کے بجائے انگریزی زبان اور مغربی علوم کے فروغ پر سرمایہ لگانا چاہیے۔ اس نے یہاں تک کہا کہ ''یورپ کی ایک اچھی لائبریری کی ایک الماری ہندوستان اور عرب کے تمام مقامی ادب سے زیادہ قیمتی ہے''۔ اس کے نزدیک انگریزی زبان دنیا کے بہترین علمی ذخیرے تک رسائی کا ذریعہ تھی، اس لیے اسے تعلیم کا ذریعۂ تدریس بنایا جانا چاہیے۔ اس نے یہ بھی تجویز دی کہ حکومت کے پاس محدود وسائل ہیں، اس لیے پہلے ایک تعلیم یافتہ اشرافیہ طبقہ پیدا کیا جائے جو بعد میں عام لوگوں تک علم پہنچانے کا ذریعہ بن سکے۔[۱۵]

میکالے کی سفارشات کے بعد گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹنک نے ۷ مارچ ۱۸۳۵ء کو نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا جس کے مطابق ہندوستان میں یورپی ادب اور سائنس کی تعلیم کو فروغ دیا جائے گا اور انگریزی زبان کے ذریعے جدید تعلیم کو عام کیا جائے گا۔ اس پالیسی کے نتیجے میں ہندوستان میں انگریزی طرزِ تعلیم کا آغاز ہوا اور بعد میں ۱۸۳۷ء میں فارسی کی جگہ انگریزی کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔

مزید برآں سرکاری ملازمتوں کے لیے بھی انگریزی تعلیم کو ضروری قرار دیا گیا، جس سے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ تیزی سے ابھر کر سامنے آیا۔[16]

اس طرح نو آبادیاتی دور کی تعلیمی پالیسیوں نے برصغیر کے تعلیمی، لسانی اور سماجی ڈھانچے کو گہرائی سے متاثر کیا۔ ان پالیسیوں کے نتیجے میں ایک طرف مغربی علوم اور انگریزی زبان کو فروغ ملا جبکہ دوسری طرف مقامی علمی روایت اور زبانیں بتدریج تعلیمی نظام کے مرکزی دھارے سے باہر ہوتی چلی گئیں۔

اس تعلیمی نظام کے نتیجے میں ایک "intermediary class" وجود میں آیا جو نو آبادیاتی حکومت اور مقامی آبادی کے درمیان واسطہ بنا۔ بعض محققین نے اسے "Macaulay's Children" کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔[17] اس طبقے نے جدید سیاسی شعور، اصلاحی تحریکوں اور بعد ازاں قوم پرستانہ تحریکوں میں بھی اہم کردار ادا کیا، لیکن ساتھ ہی اس پر یہ تنقید بھی کی گئی کہ وہ مقامی زبانوں اور روایتی علمی ورثے سے بتدریج دور ہوتا گیا۔[18]

بعض مؤرخین کے نزدیک میکالے کی پالیسی نے جدید ہندوستان کی فکری تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا اور جدید تعلیم، صحافت اور آئینی سیاست کی بنیاد رکھی۔ جبکہ دوسرے اہلِ علم اسے ثقافتی استعمار (cultural imperialism) کی ایک منظم حکمتِ عملی قرار دیتے ہیں جس کا مقصد فکری بالادستی قائم کرنا تھا۔[19] اس طرح میکالے کی تعلیمی پالیسی کو یک رُخی انداز میں نہ تو مکمل طور پر ترقی کا ضامن قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی محض تباہ کن منصوبہ؛ بلکہ یہ ایک پیچیدہ تاریخی عمل تھا جس نے برصغیر کی سماجی و فکری ساخت کو گہرائی سے متاثر کیا۔

برصغیر میں انگریزی تعلیمی پالیسی محض نصابی یا تدریسی اصلاح کا منصوبہ نہیں تھی بلکہ ایک وسیع تر نو آبادیاتی حکمتِ عملی کا حصہ تھی، جس کا مقصد ایسا ذہنی و فکری ڈھانچہ تشکیل دینا تھا جو برطانوی اقتدار کے استحکام میں معاون ثابت ہو۔ لارڈ میکالے نے اپنی مشہور یادداشت *"Minute on Indian Education"* (2 February 1835) میں واضح طور پر ایسے طبقے کی تشکیل کی بات کی جو "Indian in blood and colour, but English in taste, in opinions, in morals and in intellect" ہو۔[20] بعد ازاں ۷ مارچ ۱۸۳۵ء کے حکومتی فیصلے کے ذریعے

انگریزی تعلیم کو سرکاری سرپرستی دی گئی، جس نے ہندوستان کے تعلیمی اور لسانی نظام کو بنیادی طور پر بدل دیا۔[۲۱]

فارسی کا خاتمہ اور لسانی تبدیلی

مغل دور سے فارسی سرکاری و عدالتی زبان کی حیثیت رکھتی تھی، لیکن ۱۸۳۰ کی دہائی میں بتدریج اسے عدالتی و انتظامی میدان سے ہٹا کر انگریزی کو فوقیت دی گئی۔ متعدد محققین نے واضح کیا ہے کہ ۱۸۳۷ کے بعد عدالتوں میں فارسی کی جگہ انگریزی اور مقامی زبانوں نے لے لی، جس سے صدیوں پر محیط علمی روایت متاثر ہوئی اور خصوصاً وہ طبقہ جو فارسی و عربی علوم سے وابستہ تھا، انتظامی و معاشی طور پر کمزور پڑ گیا۔[۲۲] اس تبدیلی نے روایتی مدارس اور علمی مراکز کی حیثیت کو بھی متاثر کیا، کیونکہ سرکاری ملازمتوں اور عدالتی نظام میں کامیابی کے لیے اب انگریزی علم ناگزیر بنتا جارہا تھا۔[۲۳]

۱۸۵۷ء کے بعد مسلم سماج اور تعلیمی پالیسی

یہ امر تاریخی طور پر ثابت ہے کہ برطانوی اقتدار کو ہندوستان میں مختلف ادوار میں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، جس میں سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور دیگر مقامی حکمران شامل تھے۔ ۱۸۵۷ کی جنگِ آزادی کے بعد برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو بطورِ خاص سیاسی طور پر مشکوک نگاہ سے دیکھا، کیونکہ بغاوت کے کئی مراکز شمالی ہند کے مسلم اکثریتی علاقوں میں تھے۔[۲۴] اس پس منظر میں تعلیمی پالیسی کا رخ بھی تبدیل ہوا۔ بعض محققین کے مطابق ۱۸۵۷ کے بعد مسلمانوں کی روایتی تعلیمی ساخت کو شدید دھچکا پہنچا اور انگریزی تعلیم اختیار کرنے میں تاخیر کے باعث وہ سرکاری و جدید شعبوں میں نسبتاً پیچھے رہ گئے۔

لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی کو صرف ایک تعلیمی اصلاح کے طور پر نہیں دیکھا جاتا بلکہ اسے برطانوی سامراج کے اس وسیع نظریاتی منصوبے کا حصہ سمجھا جاتا ہے جسے عموماً "Civilizing Mission" کہا جاتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق یورپی تہذیب کو انسانی ترقی کا اعلیٰ ترین نمونہ تصور کیا جاتا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ یورپی طاقتوں کا فرض ہے کہ وہ غیر یورپی معاشروں کو اپنی تہذیب، زبان اور علم کے ذریعے "مہذب" بنائیں۔ اسی سوچ کے تحت برطانوی حکمرانوں نے ہندوستان میں ایسا تعلیمی نظام قائم کرنے کی کوشش کی جو مغربی علوم اور انگریزی زبان کو فروغ دے اور مقامی علمی روایت کو ثانوی حیثیت میں لے آئے۔ متعدد مؤرخین کے مطابق میکالے کی تعلیمی پالیسی دراصل اسی نوآبادیاتی

فکر کی عملی شکل تھی جس کے ذریعے برطانوی حکومت ہندوستانی معاشرے کی فکری تشکیل کو تبدیل کرنا چاہتی تھی۔[۲۵]

انگریزی تعلیم کے فروغ کے نتیجے میں برصغیر کے معاشرے میں ایک نئی سماجی تقسیم بھی پیدا ہوئی۔ ایک طرف وہ طبقہ تھا جو انگریزی تعلیم حاصل کر کے سرکاری ملازمتوں اور نوآبادیاتی انتظامیہ سے وابستہ ہو گیا، جبکہ دوسری طرف بڑی آبادی ایسی تھی جو مقامی زبانوں میں تعلیم حاصل کرتی رہی یا جدید تعلیمی نظام تک رسائی حاصل نہ کر سکی۔ اس طرح معاشرے میں دو بڑے طبقے وجود میں آئے: ایک انگریزی تعلیم یافتہ اشرافیہ اور دوسرا مقامی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے والا عوامی طبقہ۔ ماہرین کے مطابق یہ تقسیم نوآبادیاتی دور میں پیدا ہوئی اور اس کے اثرات آج بھی جنوبی ایشیا کے تعلیمی اور سماجی ڈھانچے میں نمایاں طور پر موجود ہیں۔[۲۶]

وقت گزرنے کے ساتھ میکالے کی تعلیمی پالیسی ایک فکری رجحان کی شکل اختیار کر گئی جسے عموماً ''Macaulayism'' کہا جاتا ہے۔ اس اصطلاح سے مراد وہ ذہنی اور ثقافتی رجحان ہے جس میں مغربی تہذیب اور علم کو برتر سمجھا جاتا ہے، مقامی علمی روایت کو کم تر تصور کیا جاتا ہے، انگریزی زبان کو علمی اور سماجی ترقی کا بنیادی ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور مغربی ثقافتی اقدار کو اختیار کرنے کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ متعدد محققین کے مطابق یہ رجحان بتدریج ہندوستانی معاشرے میں پھیل گیا اور اس نے نہ صرف تعلیمی نظام بلکہ سماجی و ثقافتی ڈھانچے کو بھی گہرائی سے متاثر کیا۔[۲۷] اس طرح میکالے کی تعلیمی پالیسی صرف ایک انتظامی اقدام نہیں تھی بلکہ اس نے برصغیر کے فکری، لسانی اور تہذیبی منظرنامے پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔

میکالے کے اقدامات کے منفی اثرات

لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی نے برصغیر کے معاشرے پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ متعدد مؤرخین اور ماہرینِ تعلیم کے مطابق اس پالیسی کا بنیادی مقصد ہندوستان میں ایک ایسا تعلیمی ڈھانچہ قائم کرنا تھا جو مقامی علمی روایت کے بجائے مغربی علم اور انگریزی زبان کو مرکزیت دے، جس کے نتیجے میں ہندوستانی معاشرے میں فکری اور تہذیبی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔[۲۸] اس پالیسی کا ایک نمایاں اثر یہ تھا کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقے میں ایک قسم کی ذہنی غلامی اور احساسِ کمتری پیدا ہوا۔ انگریزی تعلیم کے فروغ کے باعث بہت سے افراد اپنی مقامی تہذیب، زبان اور علمی روایت سے دور ہوتے گئے اور مغربی تہذیب کو برتر سمجھنے لگے۔ ماہرینِ تعلیم کے نزدیک یہ کیفیت دراصل ''mental

"colonization" یا ذہنی نو آبادیات کی ایک شکل تھی، جس میں محکوم معاشرہ آہستہ آہستہ اپنے علمی اور تہذیبی سرمائے کو کم تر سمجھنے لگتا ہے۔[۲۹]

اسی طرح میکالے کی پالیسی کے نتیجے میں مقامی زبانوں کے زوال کا عمل بھی تیز ہوا۔ جب تعلیمی اداروں میں انگریزی کو مرکزی حیثیت دی گئی تو عربی، فارسی، سنسکرت اور دیگر علاقائی زبانیں بتدریج رسمی تعلیمی نظام سے باہر ہوتی چلی گئیں۔ اس تبدیلی کے باعث وہ علمی ذخیرہ جو صدیوں سے ان زبانوں میں محفوظ تھا، نئی نسل کی پہنچ سے دور ہوتا گیا۔ ماہرین کے مطابق برطانوی دور کی تعلیمی اصلاحات نے فارسی کو سرکاری اور علمی زبان کے طور پر تقریباً ختم کر دیا اور انگریزی کو اس کی جگہ دے دی، جس کے نتیجے میں مقامی علمی روایت شدید متاثر ہوئی۔[۳۰]

میکالے کی تعلیمی پالیسی کا ایک اہم نتیجہ تہذیبی اور ثقافتی بیگانگی کی صورت میں بھی ظاہر ہوا۔ اس پالیسی کے تحت ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا جو زبان، فکر اور تعلیمی تربیت کے لحاظ سے مغربی اثرات سے گہرا متاثر تھا اور اپنی مقامی تہذیبی روایت سے بتدریج دور ہوتا گیا۔ بعض مؤرخین کے مطابق یہ طبقہ نو آبادیاتی ریاست کے انتظامی اور فکری ڈھانچے میں ایک **درمیانی طبقے** (intermediary class) کے طور پر کام کرتا تھا، جو برطانوی حکمرانوں اور مقامی آبادی کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنتا تھا۔[۳۱]

اسی طرح میکالے کے نظریات اور اس کے بعد قائم ہونے والے تعلیمی نظام نے برصغیر کی قدیم علمی روایت کو بھی کم اہمیت دی۔ اس روایت میں ایک طرف اسلامی علمی ورثہ شامل تھا جس میں مدارسِ اسلامیہ، خصوصاً مدرسہ نظامیہ کی درسِ نظامی کی روایت، مکتبۂ خیر آبادی اور مکتبۂ ولی الٰہی جیسے علمی مراکز شامل تھے، جبکہ دوسری طرف ہندوستان کی قدیم مذہبی اور فلسفیانہ متون جیسے وید، اپنشد، رامائن، مہابھارت اور بھگوت گیتا بھی شامل تھے۔ نو آبادیاتی تعلیمی پالیسی کے نتیجے میں ان متون اور علمی روایات کو تعلیمی نصاب میں ثانوی حیثیت حاصل ہو گئی، جس سے مقامی علمی سرمایہ بتدریج تعلیمی نظام کے مرکزی دھارے سے الگ ہوتا چلا گیا۔[۳۲] اس طرح میکالے کی تعلیمی پالیسی نے نہ صرف ہندوستانی نظامِ تعلیم کی ساخت کو تبدیل کیا بلکہ اس نے برصغیر کے فکری، تہذیبی اور لسانی منظرنامے پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔

علمی روایت اور مغرب کا استفادہ

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلم دنیا نے قرونِ وسطیٰ میں سائنس، طب، ریاضیات اور فلسفہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) میں عربی تراجم کے ذریعے

یونانی و مسلم مفکرین کے علوم نے اہم کردار ادا کیا۔ اس تناظر میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ کیا جدید تعلیم کی طرف رجوع کے لیے اپنی علمی روایت کو ترک کرنا ضروری تھا، یا اسے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جا سکتا تھا۔ اسی فکری کشمکش نے سر سید احمد خان جیسے اصلاح پسندوں کو جنم دیا، جنھوں نے انگریزی تعلیم کو مسلمانوں کی ترقی کا ذریعہ قرار دیا۔[۳۳] مولانا ابو الکلام آزاد نے میکالے کی تعلیمی پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ سب سے بڑی غلطی مقامی زبانوں کو کمتر سمجھنا تھا۔ جدید لسانی تحقیق بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ زبان محض ابلاغ کا ذریعہ نہیں بلکہ تہذیبی حافظہ اور فکری شناخت کا بنیادی ستون ہوتی ہے۔[۳۴] چنانچہ کسی قوم پر اجنبی زبان کو بطورِ بنیادی ذریعۂ تعلیم مسلط کرنا طویل المدت فکری انقطاع کا سبب بن سکتا ہے—یہی وہ نکتہ ہے جس پر بعد از نو آبادیاتی مفکرین نے بھی زور دیا ہے۔

جدید مباحث اور اقبال کی فکر

آج بھی تعلیم، تہذیب اور شناخت کے سوالات اسی شدت سے زیرِ بحث ہیں۔ ایک نقطۂ نظر کے مطابق مغربی تعلیمی نظام سائنسی شعور، تنظیمی صلاحیت اور جدید ریاستی ڈھانچے کی تشکیل میں معاون ثابت ہوا۔ دوسرا نقطۂ نظر اسے تہذیبی انقطاع اور روحانی اقدار سے دوری کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ دراصل مسئلہ مغرب یا مشرق کی سادہ تقسیم کا نہیں بلکہ اس بات کا ہے کہ کوئی معاشرہ جدیدیت کو اپنی تہذیبی بنیادوں کے ساتھ کس طرح ہم آہنگ کرتا ہے۔ اسی تناظر میں علامہ محمد اقبال کی فکر کو بعض حلقوں نے غلط طور پر قدامت پسندی سے منسوب کیا، حالانکہ وہ یورپی فلسفے سے گہری واقفیت رکھنے والے، جرمن و برطانوی جامعات سے تعلیم یافتہ اور جدید فکری مباحث میں فعال مفکر تھے۔ ان کا اصل سوال یہ تھا کہ جدید علم کو اپنی تہذیبی خودی کے ساتھ کیسے مربوط کیا جائے—ایک سوال جو درحقیقت میکالے کی تعلیمی وراثت سے جڑا ہوا ہے۔

علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷–۱۹۳۸) برصغیر کے اُن مفکرین میں نمایاں ہیں جنھوں نے جدید مغربی فکر کا براہِ راست مطالعہ کیا اور اسے اسلامی فکری روایت کے تناظر میں پرکھا۔ اقبال نے کیمبرج یونیورسٹی (۱۹۰۵–۱۹۰۶) میں فلسفہ کی تعلیم حاصل کی، بعد ازاں میونخ یونیورسٹی سے ۱۹۰۸ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی—ان کا مقالہ "*The Development of Metaphysics in Persia*" کے عنوان سے شائع ہوا—اور لندن میں بار ایٹ لا کی تعلیم بھی حاصل کی۔[۳۵] اس تعلیمی پس منظر نے انھیں مغربی فلسفہ، جدید سیاسی نظریات اور یورپی تہذیب سے گہری واقفیت عطا کی۔

جمہوریت پر اقبال کی تنقید: اصول نہیں، عملی انحراف

اقبال کی جمہوریت پر تنقید کو اکثر سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ درحقیقت وہ جمہوریت کے اصولی مخالف نہیں تھے بلکہ اس کی اخلاقی و فکری بنیادوں پر زور دیتے تھے۔ *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* میں انہوں نے "اجتہاد" کو اسلامی قانون کا متحرک اصول قرار دیتے ہوئے منتخب قانون ساز اسمبلی کو اجتہاد کا اجتماعی ادارہ قرار دیا، جو ایک نمائندہ اور مشاورتی طرزِ حکومت کی تائید ہے۔[۳۶] اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ شورائیت اور نمائندگی کے اصول کو تسلیم کرتے تھے۔ ان کا مشہور فارسی شعر:

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کاری شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

جمہوریت کے تصور کی نفی نہیں بلکہ اس شکل پر تنقید ہے جس میں محض عددی اکثریت کو عقل و دانش کا معیار بنا دیا جائے۔ جدید اقبالیاتی تحقیق بھی اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ اقبال "ہجومیت" (mass rule without moral training) کے ناقد تھے، نہ کہ اصولی جمہوریت کے۔[۳۷] ان کے نزدیک اگر جمہوریت اخلاقی تربیت، فکری بالیدگی اور کردار سازی سے خالی ہو تو وہ محض اکثریت کی آمریت بن سکتی ہے۔

خودی، اخلاق اور سیاسی نظام

اقبال کے فلسفۂ خودی کا مرکزی نکتہ فرد کی تخلیقی اور اخلاقی تربیت ہے۔ *Reconstruction* میں وہ واضح کرتے ہیں کہ اسلام ایک "روحانی جمہوریت (spiritual democracy) " کا داعی ہے، جس کی بنیاد انسانی مساوات اور اخلاقی ذمہ داری پر ہے۔[۳۸] یہی تصور بعد میں ان کے خطبات اور شاعری میں بھی نمایاں ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک کسی بھی سیاسی نظام کی کامیابی کا انحصار باشعور اور باکردار افراد پر ہے، نہ کہ محض ووٹوں کی تعداد پر۔

جدیدیت اور روایت کا تخلیقی امتزاج

اقبال کی جدیدیت مغربی مادّیت کی اندھی تقلید پر مبنی نہیں تھی۔ وہ سائنسی ترقی اور فکری ارتقا کے قائل تھے، لیکن اسے روحانی اور اخلاقی اقدار سے ہم آہنگ دیکھنا چاہتے تھے۔ فاضل محقق فضل

الرحمن کے مطابق اقبال کی فکر کا مرکزی مقصد اسلامی روایت کی "تخلیقی تعبیرِ نو" تھا، نہ کہ اس کی جامد تکرار۔[۳۹] اسی طرح رابرٹ ڈی۔ لی (Robert D. Lee) کے مطابق اقبال جدید مسلم سیاسی فکر میں ایک ایسے مفکر کے طور پر سامنے آتے ہیں جو روایت اور جدید ریاستی تصورات کے درمیان مکالمہ قائم کرتے ہیں۔[۴۰] ان کا یہ شعر اسی فکری توازن کی علامت ہے:

آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

یہاں اقبال اندھی تقلید اور جامد روایت دونوں سے گریز کی دعوت دیتے ہیں۔ جدید اقبالیاتی مطالعات میں اسے "creative synthesis" یعنی تخلیقی ہم آہنگی سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۴۱] اقبال کی فکری تشکیل میں ان کے استاد سر تھامس آرنلڈ (Sir Thomas Arnold) کا کردار بھی نہایت اہم تھا۔ آرنلڈ نے انہیں مغربی فلسفہ سے سنجیدہ مکالمے کی ترغیب دی اور یورپ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے آمادہ کیا۔ متعدد سوانحی مطالعات اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آرنلڈ کی سرپرستی نے اقبال کے فکری افق کو بین الاقوامی وسعت عطا کی۔[۴۲]

اقبال اور نو آبادیاتی تناظر

لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی نے برصغیر میں جدید تعلیم کے دروازے تو کھولے، مگر ساتھ ہی زبان، شناخت اور فکری خودمختاری کے سوالات کو بھی جنم دیا۔ اقبال اسی نو آبادیاتی پس منظر میں ابھرنے والے مفکر تھے۔ انہوں نے مغربی فلسفے سے استفادہ کیا، مگر فکری خودمختاری کو برقرار رکھنے پر زور دیا۔ ان کے نزدیک اصل مسئلہ مغرب یا مشرق کی سادہ تقسیم نہیں بلکہ یہ تھا کہ کوئی قوم جدید علوم کو اپنی تہذیبی روح کے ساتھ کس طرح ہم آہنگ کرتی ہے۔ یوں اقبال کی فکر نہ تو جامد قدامت پسندی ہے اور نہ غیر مشروط مغربیت؛ بلکہ وہ ایک ایسے متوازن راستے کی نشاندہی کرتے ہیں جس میں جدیدیت اور روایت کے درمیان بامعنی مکالمہ قائم ہو۔ آج کے فکری بحران میں بھی اقبال کا یہ پیغام غیر معمولی معنویت رکھتا ہے کہ ترقی تقلید سے نہیں بلکہ تخلیقی خود آگاہی سے حاصل ہوتی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1 Lyngdoh, Susan Wandaphisha. *Education in Colonial Period (1813–1882).* Department of Education, Lady Keane College, pp. 2–3

2 Nurullah, S., & Naik, J. P., *A History of Education in India (During the British Period),* Macmillan & Co., Bombay, 1951, pp. 35–38

3 Lyngdoh, *Education in Colonial Period*, p. 8

4 Nurullah & Naik, *A History of Education in India (During the British Period)*, pp. 40–44; Metcalf, Barbara D., & Metcalf, Thomas R. *A Concise History of Modern India* (3rd ed.). Cambridge: Cambridge University Press., 2012, p. 96

5 Lyngdoh, Education in Colonial Period, pp. 14–16

6 Cutts, E. H., *The Background of Macaulay's Minute*, American Historical Review, 1953, 58(4), 824–843. *https://www.jstor.org/stable/1842459*; Sirkin, N. R., & Sirkin, G., *The Battle of Indian Education: Macaulay's Opening Salvo Newly Discovered.* Victorian Studies, 1971, 14(3), 289–308.

7 Macaulay, T. B., *Speeches with his Minute on Indian Education.* London: Oxford University Press, 1835/1979; Ghosh, S. C., *Bentinck, Macaulay and the Introduction of English Education in India,* History of Education, 1995, 24(1), 17–24.

8 Evans, S., *Macaulay's Minute Revisited: Colonial Language Policy in Nineteenth-Century India,* Journal of Multilingual and Multicultural Development, 2002, 23(4), 260–281; Rao, P. V. *Myth and Reality in the History of Indian Education,* Espacio Tiempo y Educación, 2019, 6(2), 13–34.

9 Macaulay, Thomas Babington., *Minute on Indian Education.,* In H. Sharp (Ed.), *Selections from Educational Records (1781–1839).*, Government Printing Office., Calcutta, 1835; Sharp, H. (Ed.), *Selections from Educational Records, Part I (1781–1839).* Government Printing Office, Calcutta, 1920, pp 107-110

10 Macaulay, Thomas Babington., *Minute on Indian Education*; Viswanathan, G., *Masks of Conquest: Literary Study and British Rule in India,* Columbia University Press., New York, 1989, pp 23-25

11 Nurullah & Naik, *A History of Education in India (During the British Period)*, pp 66-70

12 Macaulay, Thomas Babington., *Minute on Indian Education*; Metcalf, Barbara D., & Metcalf, Thomas R. (2012). *A Concise History of Modern India* (3rd ed.), 2012, pp 96-97

13 Windhausen, J. D., *The Vernaculars, 1835–1839: A Third Medium for Indian Education,* Sociology of Education, 1964, 37(3), 241–257.

14 Hilliker, J. F., *Charles Edward Trevelyan as an Educational Reformer in India 1827–1838.,* Canadian Journal of History, 1974, 9(3), 275–291, https://utppublishing.com/doi/pdf/10.3138/cjh.9.3.275; Ghosh, S. C., *Bentinck, Macaulay and the Introduction of English Education in India,* History of Education, 1995, 24(1), 17–24.

15 Macaulay, Thomas Babington., *Minute on Indian Education*; Nurullah & Naik, *A History of Education in India (During the British Period)*, pp. 66–70

16 Metcalf, Barbara D., & Metcalf, Thomas R. (2012). *A Concise History of Modern India* (3rd ed.), pp. 97–98; Nurullah & Naik, *A History of Education in India (During the British Period)*, pp. 72–74

17 Halsey, K., *"Macaulay's Children": Thomas Babington Macaulay and the Imperialism of Reading in India. In Postcolonial Audiences,* 2012, Routledge., https://doi.org/10.4324/9780203126165-17

18 Rao, P. V., Modern Education and the Revolt of 1857 in India, Paedagogica Historica, 2016., 52(1–2), 38–54.; Evans, S., Macaulay's Minute Revisited: Colonial Language Policy in Nineteenth-Century India, Journal of Multilingual and Multicultural Development, 2002, 23(4), 260–281

19 Sirkin, N. R., & Sirkin, G., (2012) *The Battle of Indian Education: Macaulay's Opening Salvo Newly Discovered ,* Stephenson.

20 Macaulay, T. B., *Speeches with his Minute on Indian Education.* London: Oxford University Press, 1835/1979;

21 Cutts, E. H., *The Background of Macaulay's Minute*, American Historical Review; Sirkin, N. R., & Sirkin, G., *The Battle of Indian Education: Macaulay's Opening Salvo Newly Discovered.*

22 Sinnappan, P., *An Historical Analysis of the Language Controversy in Indian Education (1614–1970).,* Loyola University Chicago (Thesis), 1972; Sundaram, M. S., *A Century of British Education in India 1857–1957,* Journal of the Royal Society of Arts, 1959, 107(5036), 211–223; Shah, Z., *Reordering Languages: Persian and the Colonial State in India, c. 1820–1873,* Paedagogica Historica. 2024

23 Farooq, M. A., & Hussain, M., *An Estimate of Muslim Education in Colonial India.* Iranian Journal of Social Sciences and Humanities Research, 2017

24 Lelyveld, D. S. *Aligarh's First Generation: Muslim Solidarity and English Education in Northern India, 1875–1900,* Princeton University Press, 1975; Paul, N., *Muslim Education and Communal Conflict in Colonial Bengal: British Policies and Muslim Responses (1854–1947)* Doctoral dissertation, 2016

25 Metcalf, Barbara D., & Metcalf, Thomas R., *A Concise History of Modern India* (3rd ed.), pp. 95–98; Viswanathan, G., *Masks of Conquest: Literary Study and British Rule in India*, 1989, pp. 23–30

26 Nurullah, S., & Naik, J. P., *A History of Education in India (During the British Period)*, pp. 71–75; Robinson, F., *The Ulama of Farangi Mahall and Islamic Culture in South Asia.,* Hurst & Company., London, 2001, pp. 43–47

27 Viswanathan, G., *Masks of Conquest: Literary Study and British Rule in India*, pp. 30–35; Metcalf, Barbara D., & Metcalf, Thomas R., *A Concise History of Modern India* (3rd ed.), pp. 97–99

28 Nurullah, S., & Naik, J. P., *A History of Education in India (During the British Period)*, pp. 64–70; Metcalf, Barbara D., & Metcalf, Thomas R., *A Concise History of Modern India* (3rd ed.), pp. 96–98

29 Viswanathan, G., *Masks of Conquest: Literary Study and British Rule in India*, pp. 23–30

30 Robinson, F., *The Ulama of Farangi Mahall and Islamic Culture in South Asia*, pp. 45–47; Nurullah, S., & Naik, J. P., *A History of Education in India (During the British Period)*, pp. 71–75

31 Metcalf, Barbara D., & Metcalf, Thomas R., *A Concise History of Modern India* (3rd ed.), pp. 96–97

32 Robinson, F., *The Ulama of Farangi Mahall and Islamic Culture in South Asia*, pp. 43–50; Viswanathan, G., *Masks of Conquest: Literary Study and British Rule in India*, pp. 23–35

33 Lelyveld, D. S. *Aligarh's First Generation: Muslim Solidarity and English Education in Northern India, 1875–1900,* Princeton University Press, 1975

34 Diamond, J. M., *Vernacular Education and the Waqi'at Controversy of the 1860s in Colonial North India.* Journal of the Royal Asiatic Society, 2014

35 Iqbal, M. *The Development of Metaphysics in Persia,* Bazm-i-Iqbal, Lahore, 1908/1994; Vahdat, F., *Islamic Ethos and the Specter of Modernity: The Political Philosophy of Muhammad Iqbal.* Anthem Press, 2015

36 Iqbal, M., *The Reconstruction of Religious Thought in Islam.* Stanford University Press, 1930/2013

37 *Diagne, S. B., Open to Reason: Muslim Philosophers in Conversation with the Western Tradition.* Columbia University Press, 2018; Vahdat, F., *Islamic Ethos and the Specter of Modernity: The Political Philosophy of Muhammad Iqbal.* Anthem Press, 2015

38 Iqbal, M., *The Reconstruction of Religious Thought in Islam.* Stanford University Press, 1930/2013

39 Rahman, F., *Islam,* University of Chicago Press., 1979

40 Lee, R. D. *Religion and Politics in the Middle East.* 2014*,* Westview Press.

41 Vahdat, F., *Islamic Ethos and the Specter of Modernity: The Political Philosophy of Muhammad Iqbal.* Anthem Press, 2015; *Diagne, S. B., Open to Reason: Muslim Philosophers in Conversation with the Western Tradition.* Columbia University Press, 2018

42 Ansari, H., *The Infidel Within: Muslims in Britain since 1800*. Hurst, 2018 ؛ Gelvin, J. L., & Green, N. *Global Muslims in the Age of Steam and Print,* University of California Press, 2014